حضرت العلامہ مولانا حافظ محمد صاحب گوندلوی
مدظلہ العالی

ایک اسلام

"جب سمرہ کی یہ حدیث . . .
"کانت للنبی سکتتان عند قراءتہ فی الصلوٰۃ"
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرأت نماز میں دو مرتبہ سکتہ (ٹھیرنا، وقفہ کرنا) فرمایا کرتے تھے،
. . . . . حضرت عمران بن حصین (وفات ۵۲ھ) نے سنی تو کہا کذب سمرۃ
کہ "سمرہ جھوٹا ہے"

الجواب:
اس میں دو غلطیاں ہیں۔ ایک یہ کہ دو سکتہ سے مراد ایک سکتہ قرأت سے پہلے کا اور دوسرا قرأت کے بعد یا فاتحہ کے بعد کا ہے۔
دوسری غلطی یہ ہے کہ کذب، کا ترجمہ "جھوٹا" کیا ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے غلطی کی ہے۔ مگر ان کو شاید یہ معلوم نہیں کہ دونوں نے ابی بن کعب کو حکم بنایا، آپ نے فیصلہ کیا کہ سمرہ کی یادداشت درست ہے۔ (بخاری)
آگے لکھتے ہیں "یہ تو تھے صحابہ کرام . . . ؟ الخ (دو اسلام ص۹۸)

مگر آپ نے جو کچھ بھی ذکر کیا، ہماری تائید میں ہے۔ کہ حدیث کو اندھا دھند قبول نہیں کیا کرتے تھے بلکہ اس پر بہت بحث ہوتی تھی۔ جب پایہ ثبوت کو پہنچ جائے تو قبول کر لیا کرتے تھے۔ قرآن کے معارضہ کا بھی خیال رکھا جاتا تھا۔ اس کے بعد کہتے ہیں:

"اب ذرا آئیے اور دیکھئے کہ بڑے بڑے ائمہ حدیث ایک دوسرے کو کیا سمجھتے تھے۔

حضرت امام مالک بن انس کے متعلق محمد بن اسحاق کہا کرتے تھے، وہ جھوٹا ہے اور امام مالک فرمایا کرتے تھے کہ ابن اسحاق دجال ہے۔" (جامع ص۹۸ . . . دو اسلام ص۹۹)

اس میں ایک جھوٹ ہے، یعنی محمد بن اسحاق اور امام مالک کی اس ترشروئی کی وجہ یہ ہے کہ محمد بن اسحاق نے یہ کہا تھا: "مالک کا علم میرے آگے پیش کرو، میں اس کا معالج ہوں" یہ بات چیت جب امام مالک کو پہنچی تو انہوں نے غصہ میں کہا، معالج دجال ہے۔ اور امام مالک نے کذاب کہا ہے۔ محمد بن اسحاق نے امام مالک کو کذاب نہیں کہا، اس قسم کی جذباتی بات کا اعتبار نہیں ہوتا، پھر امام مالک نے محمد بن اسحاق کے ساتھ مصالحت کی اور اس کو تحفہ بھیجا۔"

امام ابو حنیفہ سے کسی نے پوچھا، جابر جعفی کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے، فرمایا

"ھو کذاب"

وہ بڑا جھوٹا ہے۔" (جامع ص۱۹۵، دو اسلام ص۹۸)

امام ابو حنیفہ کی کلام کا یہ مطلب ہے کہ اس کی کلام حقیقت کے خلاف ہوتی ہے اور مقدمہ مسلم میں بھی جابر پر جرح موجود ہے۔ یہ ایسی جرح نہیں جو ایک عادل عادل پر کرتا ہے بلکہ ایک عادل کی مجروح پر جرح ہے۔

ایک دفعہ اعمش بیمار پڑ گئے تو فضل اور امام ابو حنیفہ ان کی عیادت کو گئے۔ امام ابو حنیفہ نے فرمایا اگر میرا آنا آپ کو ناگوار نہ گذرتا تو میں ہر روز آتا۔ اعمش نے جھٹ کہا، مجھے تو تیرا اپنے گھر میں بھی رہنا گوارا نہیں۔" (جامع ص۱۹۸، دو اسلام ص۹۸)

اس کا مطلب تو صرف اتنا ہی ہے کہ اعمش کو امام ابو حنیفہ کے ساتھ کچھ اختلاف تھا۔ جیسا کہ بعض علماء کا بعض کے ساتھ اختلاف ہوتا ہے۔ وہ اپنی جگہ جو حق ہوتا ہے، بیان کرتے ہیں اور کبھی

کبھی وہ حق کے مخالف سے نفرت بھی کرتے ہیں اور دوسرا عالم بھی ایک حد تک معذور ہوتا ہے۔ بعض وقت مخالفت کے بڑھنے میں کچھ دوسرے امور بھی ممد و معاون ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ان چیزوں کو خطا سے زیادہ حیثیت نہیں دی جا سکتی۔

"اعمش کے متعلق امام ابو حنیفہ کی یہ رائے تھی کہ وہ نہ روزہ رکھتا ہے، نہ جنابت کے بعد غسل کیا کرتا ہے (یعنی ایک فاسق نجس آدمی ہے) (جامع ص۱۹۹، دو اسلام ص۹۹)

امام اعمش کا یہ مذہب تھا کہ فجر کے ظاہر ہونے کے بعد بھی کھانا کھانا جائز ہے۔ اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ امام اعمش کے نزدیک جب تک انزال نہ ہو، جماع کرنے سے غسل واجب نہیں ہوتا۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک مجرد جماع سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔ اور یہ اختلاف اجتہادی تھا۔ امام ابو حنیفہ کی طعن اپنے مسلک کی بنا پر تھی حالانکہ اجتہادی امور میں ایک دوسرے پر طعن روا نہیں مگر امام ابو حنیفہ نے غصہ میں آکر یہ بات کہی ہوگی۔

"سعید بن مسیب مدنی (وفات ۱۰۵ھ) اور حسن بصری عکرمہ (وفات ۱۰۷ھ) کو جھوٹا کہا کرتے تھے اور یہ ان کو کذاب سمجھتا تھا" (جامع ص۱۹۷، ۱۹۸، دو اسلام ص۹۹)

یہ بھی جھوٹ پر مشتمل ہے۔ سعید بن مسیب نے عکرمہ کے بارے میں صرف یہ کہا کہ وہ ابن عباس پر غلط بیانی کرتا ہے۔ مگر حسن بصری سے یہ ثابت نہیں کہ انہوں نے عکرمہ کو جھوٹا کہا ہو۔

قتادہ (وفات ۱۱۸ھ) یحییٰ بن ابی کثیر (وفات ۱۲۹ھ) کو جھوٹا سمجھتا تھا، اور یہ اسے" (جامع ص۱۹۹، دو اسلام ص۱۰۰)

مصنف کی یہ بات غلط ہے۔ جامع میں یہ بات نہیں ہے، نہ قتادہ نے اسے جھوٹا کہا، نہ یحییٰ بن ابی کثیر نے اسے۔

"اصمعی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ سلیمان (وفات ۱۴۳ھ) کے ہاں ابن عروبہ کا ذکر ہوا تو اصمعی نے کہا، ابن عروبہ اور اس کا استاد دونوں جھوٹے ہیں" (جامع ص۲۰۰، دو اسلام ص۱۰۰)

یہ بات ہی جھوٹ ہے۔ اول تو اصمعی کا ابن عروبہ کے متعلق کوئی قول نہیں سلیمان تیمی کا قول ہے۔ اس میں بھی جھوٹ کا لفظ نہیں بلکہ یہ ذکر ہے کہ چونکہ وہ قدر کے بارہ میں کچھ باتیں

کرتے تھے، اس لیے میں شہادت قبول نہیں کرتا۔

یحیٰی بن معین پہلا محدث ہے جس نے راویوں کے حالات قلمبند کئے تھے۔ آپ امام شافعی کے متعلق فرماتے ہیں:

"هو ليس بثقة"

"آپ کی روایات قابلِ اعتماد نہیں" (جامع ص۲۰۲، دو اسلام ص۱۰۱)

یہ بات یحیٰی بن معین کی غلط ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض ائمہ جرح نے مبہم جرحیں بھی کی ہیں جن کے اسباب بیان نہیں کئے۔ اس واسطے ان کی ایسی جرحیں ان راویوں میں معتبر نہیں جن کی توثیق ہو لی ہو۔ جب امام احمد نے ابن معین کو منع کیا تو رک گئے اور بعض نے کہا ہے کہ ابن معین سے یہ قول ثابت نہیں۔ (جامع ص۲۰۱)

"حضرت امام مالک پر ابراہیم بن سعد اور ابراہیم بن ابی یحیٰی نے سخت نکتہ چینی کی ہے۔ اساجی کتاب العلل میں لکھتا ہے کہ عبدالعزیز بن سلمہ، عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم، ابن اسحاق، ابن ابی یحیٰی اور ابن ابی الزناد امام مالک کی حدیث کو اس لئے قابلِ اعتماد نہیں سمجھتے کہ آپ نے ثور بن زید اور سعد بن ابراہیم جیسے راویوں سے بھی احادیث روایت کی ہیں۔" (جامع ص۲۰۱، دو اسلام ص۱۰۱)

جامع میں یہ ہے۔ بعض نے یہ کلام کی ہے کہ مالک نے سعد بن ابراہیم کی روایت ذکر نہیں کی۔ داؤد اور ثور بن زید سے روایت لی ہے۔ اس کتاب میں جھوٹے راویوں کا لفظ کوئی نہیں۔ اور یہ لفظ "قابلِ اعتماد نہیں سمجھتے تھے" بھی جامع میں نہیں، مصنف نے جھوٹ بولا ہے۔ صرف یہ لکھا ہے، بعض امور میں امام مالک پر مؤاخذہ کیا ہے۔

امام ابو حنیفہ کے استاد حماد سے کسی نے پوچھا کہ حجاز کے محدثین عطاء و طاؤس اور مجاہد کے متعلق آپ کی رائے کیا ہے؟ تو کہا:

"وصبيانكم اعلم منهم"

"کہ تمہارے نادان بچے بھی ان سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔" (جامع ص۱۹۶)

اس کا مطلب تو صرف یہ ہے کہ کوفہ میں فقہ کا رواج تھا۔ جزئیات مسائل سے وہ لوگ خوب واقف تھے۔ اس لئے حماد کوفہ والوں کو خوش خبری دے رہے ہیں۔ تمہارے بچے وہ

مسائل جانتے ہیں جن کو کہ کے بڑے بڑے عالم بھی نہیں جانتے۔ بعض جزئیات کی واقفیت سے یہ لازم نہیں آتا کہ باقی علوم میں بھی کافی دسترس ہے۔ پھر یہ بات بہر حال جذباتی ہے۔

"امام شعبی کوفی کے ہاں امام ابراہیم نخعی کوفی (وفات ۹۵ ھ) کا ذکر آیا، تو کہنے لگے، یہ یک چشم رات کے وقت ہر مسئلہ مجھ سے پوچھ جاتا ہے اور دن کے وقت لوگوں پر اپنی علمیت کا رعب جماتا ہے۔ نخعی کو یہ بات پہنچی تو اس نے کہا: "ھو کذاب"،

کہ وہ جھوٹا ہے" (جامع ص ۱۹۶، دو اسلام ص ۱۹۷)

یہ باتیں غصہ کی حالت کی ہیں۔ جرح و تعدیل میں ان کا اعتبار نہیں ہوتا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی معصوم نہیں۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو باتیں کتب جرح و تعدیل میں ہیں، ان کا بھی اعتبار نہ ہو۔ کیونکہ غصہ کی حالت کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا اور جرح مبہم و مفسر میں فرق ہوتا ہے۔

جرح و تعدیل بھی ایک فن ہے، اس کے بھی ضوابط اور قواعد ہیں۔ عدم واقفیت کی بنا پر اس قسم کی باتوں سے انسان متاثر ہو جاتا ہے۔ یہ سب جہالت کے کرشمے ہیں۔

"جابر بن یزید کا قول ہے کہ میرے پاس ستر ہزار احادیث ایسی ہیں جن کا راوی صرف الوسنفر ہے" (دو اسلام ص ۱۰۱)

یہ قول تو مسلم نے بصورت جرح ذکر کیا ہے کہ یہ شخص قابلِ اعتماد نہیں۔ ایسی باتوں سے محدثین کی خدمات پر روشنی پڑتی ہے کہ ان لوگوں نے کس طرح کذابین کو الگ کیا ہے۔

"ابو جعفر ہاشمی کی یہ رائے تھی کہ عمر بن عبید جھوٹا ہے" (دو اسلام ص ۱۰۱)

معلوم نہیں اس قول سے آپ کا مقصد کیا ہے۔ اگر یہ مقصد ہے کہ بعض راویوں کو محدثین نے کذاب یا جھوٹا کہا ہے تو یہ بات کوئی نئی نہیں، یہی تو ان کی خدمتِ حدیث تھی کہ جو لوگ کذاب تھے، ان کا کذب بیان کر دیا۔

ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ بعض باتیں ان سے غصہ کی حالت میں بھی صادر ہوئیں۔ سو ایسی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں۔ جو اس فن سے واقف ہو، اس کے لئے تمیز کوئی مشکل نہیں

"عبید اللہ بن معاذ عنبری کہتے ہیں کہ میں نے شعبہ (وفات سنہ ۱۶۰ھ) کو لکھا

کہ واسط کے قاضی کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے۔ جواب میں کہا:
"لا تکتب عنہ"،
اس کی کوئی حدیث نہ لکھو الخ (دو اسلام ص۱۰۱)
یہ جو کچھ بھی انہوں نے لکھا، حق تحقیق ادا کیا، اپنے علم کا مقام پہچانا، اس کے قاضی ہونے کا کوئی لحاظ نہیں رکھا۔ یہ تو ان کی صاف گوئی تھی جو قابلِ ستائش ہے۔ آپ مذمت میں ذکر کر رہے ہیں۔

"عفان کہتے ہیں کہ میں نے صالح المیری کے سامنے حماد بن سلمہ البصری (وفات ۱۶۷ھ) کی بیان کردہ احادیث پیش کیں، تو اس نے کہا وہ جھوٹا ہے"
(دو اسلام ص۱۰۲)

اس میں بھی کوئی قباحت نہیں، انہوں نے جو جرح کی ہے، اپنے علم کا اظہار کیا اور حقِ علم ادا کیا۔

"یزید بن ہارون کہتا ہے کہ زیاد بن میمون نے ایک ہی حدیث مجھے تین موقعوں پر سنائی اور ہر مرتبہ نئے راوی جڑ دیئے۔ چنانچہ میں نے قسم کھائی کہ آئندہ اس کی کوئی حدیث بیان نہیں کروں گا" (دو اسلام ص۱۰۲)

اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ محدثین حدیث کے بارہ میں سخت احتیاط سے کام لیتے تھے، جو غلط بیانی کرے اس سے حدیث نہیں لیتے تھے۔ اسی وجہ سے حدیث کی حفاظت ہوئی۔

"علی بن مسہر کوفی کہتا ہے کہ میں نے اور حمزہ نے عیاش سے قریباً ایک ہزار احادیث سنی تھیں۔ حمزہ بیان کرتا ہے۔ ایک رات خواب میں حضور علیہ السلام کے دیدار نصیب ہوئے۔ میں نے وہ تمام احادیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف پانچ چھ احادیث کو صحیح قرار دیا اور باقی کے متعلق فرمایا، میں انہیں نہیں پہچانتا" (دو اسلام ص۱۰۲)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جھوٹے راویوں کا جھوٹ جیسے محدثین واقعات سے ثابت کرتے تھے۔ اسی طرح کچھ غیبی اشارات سے بھی ان کی تائید ہوتی

تھی - اور ان غیبی اشارات کے بعد اپنی جستجو کو تیز کر دیتے تھے -

"ابواسحاق فرازی فرماتے ہیں کہ صرف مشہور اور معتبر راویوں کی احادیث بیان کرو لیکن اسماعیل بن عباس کہتے ہیں کہ مشہور راویوں سے بھی کوئی حدیث روایت کرے تو مت مانو - لیکن یحیٰ بن معین کہتے ہیں کہ اسماعیل ثقہ ہے" (دو اسلام صـ۱۰۲)

آپ فن جرح و تعدیل جب کسی استاد سے پڑھیں گے تو آپ کی حیرت گم ہو جائے گی . . . اور آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ باتیں کس بنا پر کہی گئیں - ایک ہی راوی کے متعلق جب اہل فن کا اختلاف ہو تو وہاں کیا کرنا چاہیئے - ہر ایک امام اپنے علم کی بنا پر کہتا ہے - پھر ایک امام ایک شے کو باعث جرح خیال کرتا ہے اور دوسرا نہیں کرتا - ایسی صورت میں ترجیح کس کو ہو گی - کبھی ایک ہی امام ایک شخص کے متعلق دو باتیں کہہ جاتا ہے اس کا مطلب کیا ہوتا ہے - یہ سب باتیں فن کی واقفیت کے بعد ہوتی ہیں -

"محمد بن عبدالرحمٰن کے متعلق امام مالک کی یہ رائے تھی کہ وہ ثقہ نہیں لیکن ابوزرعہ اسے ثقہ سمجھتے ہیں - یہی حال مندرجہ ذیل راویوں کا ہے -

راوی کا نام	غیر ثقہ کہنے والا	ثقہ سمجھنے والا
شعبہ مدنی	امام مالک	احمد بن حنبل، یحیٰ بن معین، ابن عدی
ابوالحویرث	امام مالک	ابن حبان
فرقد	ایوب بن ابن حبان	یحیٰ بن معین
سرجیل بن سعید	ابن عدی، محمد بن سعد	سفیان بن عیینہ، ابن حبان اور یحیٰ بن معین

اس اختلاف کا جواب ہو چکا ہے کہ اس اختلاف میں فیصلہ کرنے کے لئے فن جرح و تعدیل کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہے - یہ باتیں اس قسم کی نہیں کہ جہاں آدمی حیران ہو جائے - علمار محققین نے ایسے مقام پر یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ جرح اگر غصہ کی حالت کی نہ ہو اور جرح مفسر ہو، جرح میں ایسا سبب بیان کیا جائے جو بالاتفاق جرح کا سبب ہے تو جرح کو مقدم کہا جاوے گا کیونکہ ثقہ کہنے والے کے قول کی بنیاد عدم علم پر سمجھی جائیگی اور عالم کا قول غیر عالم پر مقدم ہوتا ہے - اگر جرح مفسر نہ ہو یا ایسا سبب بیان کرے، جو بالاتفاق

جرح کا سبب نہ ہو یا غصہ کی حالت میں کہے تو اس صورت میں ثقہ کہنے والے کا قول معتبر ہوگا انسان کا علم محیط نہیں کمی بیشی ضرور ہوتی ہے۔

اس باب میں مصنف نے جو کچھ بھی ذکر کیا ہے، اس کے دو حصے کئے جا سکتے ہیں بعض باتیں تو وہ ہیں جو ہم عصر علماء کی ایک دوسرے پر کسی جذباتی امر کی بنا پر چوٹ ہے، سو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

اور بعض باتیں وہ ہیں جو صحیح ہیں۔ واقعی وہ آدمی جن کو علماء نے مجروح قرار دیا ہے، مجروح ہیں۔ باقی اختلافی باتوں کے متعلق میں نے کچھ لکھ دیا ہے۔ اور باقی کے لئے فن کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ (باقی آئندہ ان شاء اللہ)

بقیہ "احسن الکلام پر ایک نظر"

. . . بحوالہ تدریب الراوی لکھتے ہیں:

"اگر راوی میں جرح مفسر اور تعدیل جمع ہو جائے تو جرح مقدم ہوگی اگرچہ تعدیل کرنے والوں کی تعداد زیادہ بھی کیوں نہ ہو، فقہا اور اربابِ اصولِ حدیث کے نزدیک یہی صحیح ہے اور خطیب بغدادی نے جمہور علماء سے یہی نقل کیا ہے" (احسن الکلام ص ۱۲۶، ج ۲)

لہٰذا جب امام ابو حنیفہ کے متعلق "سیئی الحفظ" اور "کثرت الغلط والخطاء" کی جرح مفسر ثابت ہے تو مولانا صفدر صاحب کے مسلمہ اصول کے مطابق یہاں تعدیل معتبر نہیں۔

(باقی۔ باقی)